اگر ہماری نمازیں زندہ ہو جائیں تو ساری انسانیت زندہ ہو جائیگی

خدا تعالےٰ کی صفت رحمانیت پر غور کر کے دنیا بھر میں اس کے جلووں پر نظر کریں

روزنامہ **الفضل** ربوہ

خطبہ نمبر ۴

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۷۶/۴۱ | منگل ۵- رجب ۱۴۱۱ھ، ۲۲- صلح ۱۳۷۰ ہش، ۲۲- جنوری ۱۹۹۱ء | نمبر ۱۹

اپنے حواس خمسہ کو کام میں لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد کے جلووں کو سمجھیں اور اس کے ذریعے اپنی نمازوں میں کیفیت بھر دیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنا علم بڑھائیں اور گہری نظر سے کائنات کا مطالعہ کر کے خدا تعالےٰ کی حمد تک پہنچیں

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز- بتاریخ ۱۴- فتح ۱۳۶۹ ہش (۱۴- دسمبر ۱۹۹۰ء) بمقام بیت الفضل- لندن

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

نمازوں میں کیفیت پیدا کریں

"بچوں کو تصویر کشی کی تربیت دینے کے لئے بعض ایسی تصویروں کی کتب بھی دستیاب ہیں جن میں خاکوں کی صورت میں نقوش بنائے جاتے ہیں لیکن رنگ نہیں ہوتے اور بچے پھر اپنی مرضی اور مزاج کے مطابق، اپنی طبعی صلاحیتوں کے مطابق، اپنے ذوق کے مطابق ان میں رنگ بھرتے ہیں۔ اگر ایسی لاکھوں کتابیں بھی شائع کردی جائیں اور لکھوکھہا بچوں کو تقسیم کردی جائیں تو بظاہر تصویر ایک ہی ہوگی لیکن ہر بچہ جب اس میں رنگ بھرنے گا تو نتیجہ مختلف نکلے گا۔ خواہ رنگ بھی ایک ہی قسم کے مہیا کئے جائیں، لیکن ہر ایک اپنے ذوق، اپنے مزاج، اپنی صلاحیتوں کے مطابق رنگ بھرتا ہے اور تصویر مختلف رنگ لے کر ظاہر ہوتی ہے۔ سورۂ فاتحہ کا جو میں پچھلے دو خطبوں میں ذکر کر چکا ہوں، اس کی اور نماز کی باقی تمام ان عبادتوں کا یہی حال ہے جو ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ سارے کلمات جو نمازیں ادا کئے جاتے ہیں ان میں رنگ انسان کو خود بھرنے پڑتے ہیں اور جہاں تک سورۂ فاتحہ کا تعلق ہے وہ تو خود بھی اپنی کیفیتیں اس طرح بدلتی رہتی ہے کہ زاویہ بدلنے سے اس کا اور رنگ دکھائی دیتا ہے اور ہر زاویے پر پھر بے شمار ایسے امکانات ابھرتے ہیں جن کی روشنی میں انسان سورۂ فاتحہ کی مدد سے مضامین تک رسائی پاتا ہے اور مضامین کو جذبات میں ڈھال کر پھر سورۂ فاتحہ میں ایسی کیفیت کے رنگ بھرتا ہے جس سے سورۂ فاتحہ کوئی اجنبی چیز کوئی بیرونی چیز نہیں رہتی بلکہ اس کے دل کی واردات بن جاتی ہے۔ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے اسی مضمون کو نماز کے متعلق یوں بیان فرمایا کہ دیکھو نمازیں جو تم پڑھتے ہو ان میں الفاظ وہی ہیں جو سب پڑھتے ہیں لیکن کیفیتیں الگ الگ ہوتی ہیں اور کوئی نماز فائدہ نہیں دے سکتی جب تک تم اس کو اپنی کیفیت سے نہ بھرو۔ کیفیت سے بہتر اور کوئی لفظ اس منظر کی تصویر کشی نہیں کر سکتا، اس صورتحال کو بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے لفظ کیفیت رکھ کر تمام مضامین کو یہاں مجتمع کر دیا۔ کیفیت اس آخری احساس کا نام ہے جو مختلف چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا خلاصہ کیفیت ہے اگر سائنسی زبان میں ہم اس کی بات کریں تو اگرچہ ہم مختلف تصویریں دیکھ رہے ہوتے ہیں یا مناظر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ خوشبوئیں سونگھ رہے ہوتے ہیں، لمس سے لذت پا رہے ہوتے ہیں اور اسی طرح حواسِ خمسہ ہمارے لئے مختلف قسم کے دلکشیوں کے سامان لاتے ہیں لیکن آخری صورت میں وہ الیکٹریکل PULSES ہیں جن میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اور بجلی کی وہ لہریں ہی ہیں جو ہمارے دماغ تک پہنچتی ہیں وہاں نہ رنگ پہنچتا ہے نہ خوشبو پہنچتی ہے نہ لمس سے کچھ حصہ وہاں پہنچتا ہے نہ نمک کا احساس نہ میٹھے کا احساس۔ جو کچھ پہنچتا ہے وہ بجلی کی لہروں کی صورت میں پہنچتا ہے۔ اس کا نام کیفیت ہے جو انسان محسوس کرتا ہے۔

حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے نمازیں لذت پیدا کرنے اور افادیت پیدا کرنے کے لئے ہمیں یہ نسخہ عطا فرما دیا کہ وہ نمازیں جن میں کچھ کیفیت شامل ہوگی وہ کارآمد نمازیں ہیں۔ وہ نمازیں جو کیفیت سے خالی ہوں گی ان سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور وہ ایسے برتنوں کی طرح ہیں جن میں کچھ بھی بھرا نہیں ہوا۔ پس نمازوں میں کیفیت پیدا کرنے کی خاطر میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ کون سی چیزیں کیفیت پیدا کرنے کیلئے ممد ہوتی ہیں۔ کیفیت از خود پیدا نہیں ہو جاتی کیفیت کے لئے حواس خمسہ سے مدد لینا ضروری ہے اور حواسِ خمسہ جو پیغامات پہنچاتے ہیں وہ پیغامات دماغ کے مختلف حصوں پر اثر انداز ہو کر کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

پس علم بڑھانا اور گہری نظر سے کائنات کا مطالعہ کرنا۔ خدا تعالیٰ سے شناسائی حاصل کرنا اور حواسِ خمسہ جو خدا نے عطا فرمائے ہیں ان کے ذریعے خدا کی حمد تک پہنچنا یہ وہ مضمون ہے جس کا زندگی کے ہر لمحے سے تعلق ہے اور ہمارے گرد و پیش یہ مضمون بنتا چلا جاتا ہے۔ اگر ہم ہوشمندی کے ساتھ محسوس کریں کہ ہم کیسے رہ رہے ہیں۔ اور اپنے ماحول کے اثرات کو خدا تعالیٰ کی حمد کے ساتھ باندھنا سیکھ لیں۔ پھر جب آپ نماز میں داخل ہوں گے تو وہ نماز کیفیتوں سے بھری ہوئی ہو گی۔ اگر نماز سے باہر کچھ نہیں ہے تو نماز کے اندر بھی کچھ پیدا نہیں ہوگا۔ اس لئے بعض لوگ جو یہ حیران ہوتے ہیں کہ ہم تو نمازیں داخل ہوئے تھے لذتیں حاصل کرنے کے لئے ہمیں تو وہاں کوئی لذت نہیں ملی۔ باہر کی دنیا میں لوٹے اور پھر لذتوں میں دوبارہ کھوئے گئے، وہ بالکل درست کہتے ہیں کیونکہ باہر کی لذتوں کا خدا سے تعلق نہیں تھا اور اندر نماز خالی پڑی تھی۔ اس لئے خالی ویرانے سے گھبرا کر وہ ان لذتوں کی طرف لوٹتے ہیں جن کا خدا کی ذات سے تعلق نہیں یعنی تعلق ہے تو سہی مگر وہ سمجھتے نہیں۔ رشتے تھے تو سہی مگر وہ باندھے نہیں گئے۔ اس لئے وہ اس مادی دنیا سے لذت پانے کی

مسلسل صـ۲ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابلیت نہیں رکھتے۔ پس اپنی سوچ کو انگیخت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سوچ کے بغیر دل میں جذبات پیدا نہیں ہوا کرتے۔ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قلبی کیفیت اور چیز ہے اور دماغ اور چیز ہے حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ ان کا وجود نہیں ہے۔ قرآن کریم نے سوچوں کے آخری مرکز کے طور پر فؤاد کا یعنی دل کا ذکر فرمایا ہے اور دلوں کو ہی اندھا قرار دیا اور دلوں ہی کو دیکھنے والا بیان کیا جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دماغ کی آخری حقیقت بھی دل پر منتج ہوتی ہے۔ اور آخری صورت میں چونکہ کیفیتیں بن جاتی ہیں اور کیفیتوں کا مرکز دل ہے اس لئے قرآن کریم بھی دماغ کی بجائے دل کا ذکر کرتا ہے۔ پس اپنی سوچ کو بیدار کریں تو آپ کے دل میں عرفان کی لہریں دوڑنے لگیں گی۔ اور عرفان کی لہریں ہی ہیں جو وہ کیفیت پیدا کرتی ہیں جس سے نماز میں لذت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار بڑھتے رہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ میں اپنی توفیق کے رنگ بھریں

اب حواسِ خمسہ کا میں نے ذکر کیا ہے، اس سے پہلے میں پچھلے خطبے میں ڈیوڈ اٹین برو کی ایک دو ویڈیو کیسٹس کا ذکر کر چکا ہوں۔ مجھے بعد میں کسی نے بتایا کہ جو کچھ انہوں نے ویڈیو کی صورت میں پیدا کیا ہے اس کو انہوں نے کتابی شکل میں بھی ڈھالا ہوا ہے اور ان کی تصنیف بھی ملتی ہے مگر بہرحال یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر کس و ناکس کی پہنچ میں نہیں اور نماز ہر شخص نے پڑھنی ہے تو بعض لوگوں کی رسائی ایسے مواد تک ہوتی ہے جن سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کا علم بڑھتا ہے اور اگر ان کے اندر بصیرت ہو تو وہ اس علم کے بڑھنے کے ساتھ خدا تعالیٰ کی یاد میں بھی ترقی کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اگر دیکھنے کی طاقت ہی کچھ نہ ہو تو وہ علم الگ پڑا رہتا ہے اور خدا کا تصور الگ پڑا رہتا ہے اور ان دونوں کے درمیان رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ساری دنیا تو اس قسم کے علم تک رسائی نہیں رکھتی اور وہ دنیا جو پہلے گذر چکی ہے جن میں ایسے زمانے شامل ہیں جن میں خدا کے عظیم انبیاء گذرے جو خدا کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے تھے اور وہ زمانہ بھی شامل ہے جس میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پیدا ہوئے جن سے زیادہ ذکر کرنے والا نہ پہلے پیدا ہوا نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے تو اس زمانے میں تو ڈیوڈ اٹین برو کا وجود ہی کوئی نہیں تھا۔ اس سائنس کا وجود نہیں تھا جس نے ڈیوڈ اٹین برو پیدا کئے۔ ان ایجادات کا کوئی تصور نہیں تھا جن کے ذریعے سے انسان کی خدا تعالیٰ کی ان صنعتوں تک رسائی ہوئی جن میں اس نے حیرت انگیز تخلیق کے کرشمے دیکھے۔

پس نماز تو ہر زمانے کے لئے ہے اور ذکر الٰہی ان ظاہری علوم کا محتاج نہیں مگر ذکرِ الٰہی اس اندرونی توجہ کا ضرور محتاج ہے جس کے نتیجے میں ہر جگہ انسان کو خدا ملنا شروع ہو جاتا ہے اور نظر میں گہرائی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے اور اپنے گردوپیش جہاں دیکھتا ہے وہ خدا کے وجود کو وہاں جلوہ گر دیکھتا ہے اور جتنی بصیرت تیز ہو اور جتنی محبت بڑھے اتنا ہی خدا کا وہ جلوہ زیادہ خوبصورت، دلکش اور دلربا دکھائی دینے لگتا ہے۔ پس عام دنیا کے دستور کے لحاظ سے بھی نماز میں اور خصوصاً سورۂ فاتحہ میں ہر انسان اپنی اپنی توفیق کے مطابق رنگ بھر سکتا ہے۔ حواسِ خمسہ کی میں نے بات کی ہے اب یہ بھی ایک بڑی دلچسپ غور طلب بات ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ربّ العالمین کے بعد رحمان کا ذکر فرمایا گیا اور رحمان پر غور کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایسی ذات ہے (بے شمار اور بھی معانی ہیں لیکن ایک بڑا نمایاں معنی یہ ہے کہ) جس نے محض ضرورت سے بہت بڑھ کر دیا۔ "محض ضرورت" تو یہ ہے مثلاً کہ ایک انسان کی بھوک مٹ جائے اور اس کی غذاء اس لحاظ سے مکمل ہو کہ اس کو زندگی کے قیام کے لئے اور زندگی کی نشوونما کے لئے جن کیمیاوی اجزاء کی ضرورت ہے وہ اسے متناسب شکل میں مہیا ہو جائیں۔ یہ زندگی کی محض ضرورت ہے اور یہ ضرورت بعض دفعہ ڈرپس کی صورت میں بھی جس کے ذریعے مریضوں کو خوراک پہنچائی جاتی ہے، انسان کو مہیا ہو جاتی ہے! ایسے کنسنٹریٹس کی صورت میں یعنی ایسی غذاؤں کے خلاصے کی شکل میں بھی انسان کو مہیا ہو جاتی ہے جس میں مزا کوئی نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو معمولی سا ہوتا ہے اور ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اگر خدا تعالیٰ نے کائنات کو بعض ضرورتوں کی خاطر پیدا کرنا تھا تو محض اس طرح بھی پیدا فرما سکتا تھا کہ ہر چیز کی ضرورت پوری ہو جائے اور خدا نے تخلیق کا گویا حق ادا کر دیا لیکن ہر جگہ آپ کو رحمانیت جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔ حواسِ خمسہ پر آپ غور کر کے دیکھیں یہ تو ہر انسان کے بس میں ہے اس کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان سے مراد وہ ہے جسے حواسِ خمسہ عطا ہوں۔ اور اگر حواسِ خمسہ عطا نہ ہوں تو چار حواس عطا ہوں تو ان کے ذریعے بھی انسان اسی قسم کی معرفت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ تین ہوں تو اُن تین کے ذریعے انسان اپنی توفیق کے مطابق خدا تک پہنچ سکتا ہے مگر حواسِ خمسہ ہوں یا ۴، حواس ہوں یا تین ہوں یا دو یا ایک، زندگی میں کوئی ایسا زندگی کا حصہ آپ کو دکھائی نہیں دے گا جو حواس سے عاری ہو اور اگر حواس سے عاری ہے تو وہ موت ہے۔ پس انسان ہی نہیں اس کی ادنیٰ حالتیں بھی حواس کے ذریعے خدا تک پہنچتی ہیں اور جہاں تک انسان کا تعلق ہے اگر وہ محض اس پہلو سے غور کرے کہ میری ہر حِس میں اللہ تعالیٰ نے محض ضرورت پوری نہیں فرمائی بلکہ اس سے بہت بڑھ کر رکھا ہے۔ ناک کی خوشبو کی یا بُو کے احساس کی ضرورت ہے وہ اس لئے ہے کہ بعض زہریلی اور گندی چیزوں سے انسان بچ سکے لیکن اس میں لذت کیوں رکھ دی۔ بعض چیزوں میں لذت کیوں رکھ دی گئی؟ سوال تو یہ ہے۔ اس کے بغیر بھی کام چل سکتا تھا۔ بعض جانور اس حد تک وہ قوت رکھتے ہیں، شامہ کہلاتی ہے یعنی سونگھنے کی قوت کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز کو پہچان لیں اور جو چیز اُن کے لئے مُضر ہو سکتی ہے اس کو پہچان کر اس سے دُور ہٹ سکیں۔ یہ ہے بنیادی ضرورت جسے میں محض ضرورت کہتا ہوں لیکن ہر جانور کو خدا تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ لذت بھی عطا کر دی ہے جو انسان تک پہنچتے پہنچتے درجۂ کمال تک پہنچ جاتی ہے۔ نظر کی محض ضرورت یہ ہے کہ آپ رستہ دیکھ سکیں۔ چیزوں کو نہ صرف دیکھ سکیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس کے فاصلے دیکھ سکیں۔ چیزوں کو اس حد تک پہچان سکیں کہ کون سی آپ کے لئے مفید ہیں اور کون سی مُضر ہیں۔ کہاں ٹھوکر ہے کہاں صاف رستہ ہے۔ غرضیکہ "محض ضرورت کی زندگی کی بہت سی روزمرّہ کی ایسی حالتیں ہیں جنہیں نظر پورا کرتی ہے لیکن نظر کے ساتھ لذت رکھ دی اور اس لذت کو ایسی طاقت بخشی ہے کہ انسان حُسن کی تلاش میں زندگی بسر کر دیتا ہے۔ شعراء نظر سے تعلق رکھنے والی لذت کا اپنے کلام میں ذکر کرتے ہیں۔ ساری زندگی اس بات پر صرف کر دیتے ہیں کہ ہم نے حُسن کو اس طرح جلوہ گر دیکھا، اس طرح جلوہ گر دیکھا۔ کھانے کی لذت سے ہر انسان آشنا ہے اور اگر محض ایسا کھانا ملے جو اس کی ضروریات پوری کرتا ہو لیکن لذتیں زیادہ مہیا نہ کر سکے تو انسان بیزار ہو جاتا ہے۔ بعض گھروں میں اس وجہ سے میاں بیوی کی لڑائیاں طلاق تک پہنچ جاتی ہیں کہ بیوی کو کھانا نہیں اچھا پکانا آتا۔ ہر روز کی بک بک، جھک جھک ہوتے ہوتے بالآخر نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور خاوند کہتا رہتا ہے کہ تُو تو ہے ہی بے سلیقہ تیرے ہاتھ میں تو مزہ ہی کوئی نہیں حالانکہ جہاں تک جسم کی ضرورت کا تعلق ہے وہ تو اُسے مہیا ہو رہی تھی۔ اسی طرح آپ اپنے دیگر حواس پر غور کریں تو کم سے کم ضرورت بہت تھوڑی تھی۔ اس سے بہت زیادہ عطا کیا گیا ہے اور اس عطا کرنے کی صفت کا نام جو ضرورتِ حقہ سے زیادہ ہو رحمانیت ہے

رحمانیت اور رحیمیت کے جلووں پر غور کریں

پس جب آپ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے) کہتے ہیں اور ربوبیت کے نظارے اپنے ذہن میں تصویر کی طرح گھماتے ہیں تو اپنے گردوپیش، اپنی ذات میں، اپنی اولاد کی صورت میں، اپنے ماں باپ کی صورت میں، اپنے دوستوں کی صورت میں، اپنے معلّمین کی صورت میں ہر طرف سے آپ کو ربوبیت کے نظارے مختلف شکلوں میں دکھائی دینے لگیں گے اور جس دن کی جو نماز ہے اس دن جو خاص ربوبیت کا اثر دل پر پڑنے والی بات ہے وہ نمایاں طور پر اپنے ذہن میں آپ حاضر کر سکتے ہیں اور روزمرّہ کے بدلتے ہوئے تجارب کے ساتھ ساتھ ربوبیت کے مختلف نقشے آپ کے ذہن میں ابھر سکتے ہیں اور جب آپ رحمانیت میں داخل ہوں تو آپ کے حواسِ خمسہ نے اُس دن آپ کو جو بھی لذت پہنچائی ہے وہ لذت حمد میں تبدیل ہو جائے گی۔ آپ اس وقت نماز پڑھتے ہوئے یہ سوچ سکتے ہیں کہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ بے حد رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے) ایسا عجیب ہے میرا ربّ کہ ساری کائنات کا نظام اس نے سنبھالا ہوا ہے۔ تمام کائنات کی ربوبیت فرما رہا ہے اور کسی کے حال سے کسی کی ضرورتوں سے غافل نہیں ہے لیکن ضرورتیں ایسی پوری کرتا ہے کہ ضرورت پورا کرتے وقت ضرورت سے زیادہ یعنی کم سے کم ضرورت سے زیادہ لذتیں عطا کر دیتا ہے۔ پس اگرچہ رحمانیت کا مضمون یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ اسے آغاز کہنا بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ رحمانیت کے ذکر میں یہ بات ایک بہت ہی معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن سوچ کا ایک طریقہ ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس طرح آپ سورۂ فاتحہ پر غور کرنا شروع کریں اور پھر رحمانیت پر غور کر کے رحیمیت پر آئیں اور وہاں جا کر دیکھیں کہ اور باتوں کے علاوہ رحیمیت میں بار بار دینے کا مفہوم ہے اور اس رنگ میں بار بار دینے کا مفہوم ہے کہ محنت ضائع نہ جائے بلکہ زیادہ ہو کر واپس ملے تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساری کائنات میں رحیمیت پھیلی ہوئی دکھائی دینے لگے گی۔ ایک پہلو سے جب آپ خدا کو دیکھتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ساری باقی صفات غائب ہوگئی ہیں وہی اصل صفت تھی لیکن ربوبیت سے جب رحمانیت میں داخل ہوتے ہیں تو ہر طرف رحمان خدا کا نظارہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ رحمانیت سے جب رحیمیت میں جاتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جہاں رحیمیت کارفرما نہ ہو۔ انسانی جسم کے تمام اجزاء میں اور انسان کے تمام ارکان میں اُس کے اعضاء میں ہر چیز سے جو انسان بنا ہوا ہے انسان رحیمیت کے سبق پڑھ سکتا ہے۔ گردوپیش پر دیکھیں، ایک زمیندار کو بڑے علم کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ مَیں موسموں سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔ اور موسم آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایک موسم مَیں کھو دیتا ہوں تو اگلا موسم دوبارہ وہی مواقع لے کر میرے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔ اس موسم سے مَیں فائدہ اٹھاتا ہوں اور پھر وہ موسم نکل جاتا ہے تو مَیں سوچتا ہوں کہ یہ کمی رہ گئی، وہ کمی رہ گئی لیکن پھر وہ دوبارہ چکر لگاتا ہوا میرے پاس پہنچ جاتا ہے اور کہتا ہے اچھا اب کمیاں پوری کر لو۔ موسم کے بار بار آنے میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن اس سے فائدہ اٹھانے میں کمی رہ جاتی ہے۔

پس بعض لوگ ایسے ہیں جن کا رحیمیت سے تعلق اس طالب علم کی طرح ہوتا ہے جو ہر امتحان کے وقت سوچتا ہے کہ جو ہو چکا وہ ہو چکا اگلے امتحان کی دفعہ مَیں یہ سب تیاریاں کروں گا تاکہ یہ نقص بھی نہ رہے، یہ نقص بھی نہ رہے، یہ نقص بھی نہ رہے اور اگلا امتحان پھر بھی آتا ہے لیکن وہ پھر تیاریوں سے محروم رہ جاتا ہے تو استفادہ کرنے کا کام ہمارا ہے لیکن جہاں تک افادہ کا تعلق ہے، فائدہ پہنچانے کا تعلق ہے، رحیمیت ہر بار اپنے سب جلوے لے کر آتی ہے اور بار بار آتی ہے، رحیمیت کا مضمون بھی اتنا وسیع ہے کہ ایک خطبہ چھوڑ بیسیوں خطبات میں بھی مضمون کی نشاندھی بھی پوری نہیں کی جا سکتی لیکن یہ مثال میں نے آپ کو اس لئے دی ہے کہ اس مثال پر غور کرتے ہوئے اپنے علم کو بڑھائیں اپنے عرفان کو بڑھائیں، کسی بیرونی علم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کے حواسِ خمسہ یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ آپ کو خدا تک پہنچا دیں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ آپ کے اندر خدا تک پہنچنے کی طلب پیدا ہو۔ اگر طلب پیدا ہو جائے تو پھر آپ کو اس بات کا عرفان حاصل ہوگا کہ دراصل آپ خدا تک نہیں پہنچتے خدا آپ تک پہنچتا ہے۔ حواسِ خمسہ کے ذریعے آپ ہر چیز تک پہنچ جاتے ہیں لیکن خدا کی توفیق کے بغیر خدا کو پا نہیں سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ حواسِ خمسہ بذاتِ خود خدا تعالیٰ تک پہنچانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ امکانات پیدا کرتے ہیں۔ اب ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے مثال دی تھی بڑے بڑے علماء دنیا میں موجود ہیں جو سائنس کے ایسے ماہرین ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تخلیق کی باریک در باریک چیزوں تک ان کی نگاہ پہنچتی ہے اور جہاں پہنچ کر ٹھہرتی ہے وہاں ان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ ابھی تم نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ اس سے پرے علم کے اور بھی جہان ہیں۔ پس نہ صرف یہ کہ وہ نظر رکھتے ہیں بلکہ نظر کے اندر عمق رکھتے ہیں، گہرائی رکھتے ہیں اور پھر بھی خدا تک نہیں پہنچتے (سورۃ الانعام: آیت ۱۰۴) قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمہاری آنکھیں، تمہاری بصارت خدا تک نہیں پہنچ سکتی۔ ...... ہاں وہ ہے جو تمہاری قوتِ ادراک تک پہنچتا ہے۔ کتنا عظیم الشان نکتہ اس میں بیان فرما دیا گیا اور امرِ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت و لطافت اور اس کا اعلیٰ ہونا اور اس کا عظیم ہونا اور اس کا اکبر ہونا یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو انسانی حواسِ خمسہ کو ناکام کر دیتی ہیں کہ انسان محض ان کے زور سے خدا کی عظمت کو پا لے، اس کے علو کو پا لے، اس کی کبریائی کو پا لے اور اس کی ذات کی گہرائی تک اُتر سکے۔ پس سطحوں تک جا کر ہمارے حواس ٹھہر جاتے ہیں، اس کے بعد پھر (ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) کا دور شروع ہوتا ہے۔ (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں) ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ چیز جو ہمیں بظاہر دکھائی دے رہی ہے یہ بڑی پیاری ہے لیکن اس کے پیچھے کوئی اور ذات چھپی ہوئی ہے، پس ہم اس کی عبادت کریں۔ جب اس کی عبادت کرتے ہیں اور حمد کو اس کے ساتھ ملاتے ہیں تو پھر وہ ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے اور امرِ واقعہ یہ ہے کہ حمد کی توفیق بھی اسی سے ملتی ہے۔ پس (ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں) سے یہ مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ پس حواسِ خمسہ کے ذریعے آپ کوشش کریں لیکن ساتھ یہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! اے خدا!! تو ہمارے حواسِ خمسہ پر نازل ہو۔ ان پر جلوہ فرما کیونکہ جب تک تو اپنی صفات کا جلوہ ہم پر نہیں فرماتا اس وقت تک ہم دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے سے محروم رہیں گے۔ ہم سنتے ہوئے بھی سننے سے محروم رہیں گے۔ ہم چکھتے ہوئے بھی چکھنے سے محروم رہیں گے اور اپنی کسی حس کے ذریعے بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

اپنی کمزوریوں کا احساس خدا سے تعلق کی طاقت ہے

(صاحب ایمان)

جب اس عجز کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو پھر (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کی دُعا میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ عجز میں ایک طاقت ہے اور کبر میں ناطاقتی پائی جاتی ہے۔ جب بھی انسان خدا سے تعلق باندھتا ہے تو یاد رکھے کہ وہاں طاقت کا نام عجز ہے یعنی اپنی کمزوریوں کا احساس اور اپنی بڑائی کا احساس کمزوری ہے جس کے بعد انسان خدا سے تعلق کاٹ لیتا ہے۔ پس حواسِ خمسہ کی نااہلی کو دیکھنے کے لئے آپ کو کہیں بہت دُور کے سفر کی ضرورت نہیں اہلیت رکھتے ہوئے بھی اِن میں ایک نااہلیت پائی جاتی ہے۔ پس دنیا کی عظیم قوموں کو آپ دیکھیں جو خدا تعالیٰ کی تخلیق پر غور کرتے ہوئے، اس تخلیق میں چھپے ہوئے رازوں سے استفادہ کرتے ہوئے عظیم الشان ایجادات کرنے میں کامیاب ہو چکی ہیں اور وہ قومیں آج تمام دنیا پر غالب ہیں لیکن ان کا بھاری حصہ ایسا ہے اور بہت بھاری حصہ ایسا ہے جو خدا کے تصور سے ناآشنا ہے اور ذاتی طور پر خدا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، خدا کے تصور کا ایک ایسا مبہم سا سایہ ان کے ذہنوں پر پڑا ہوتا ہے جو تعلق قائم کرنے کے لئے کافی نہیں۔ ایک فرضی سا خیال ہے اور ایک کثیر تعداد ان میں سے ایسی ہے جو باشعور طور پر یہ اعلان کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ خدا نہیں ہے۔ ایسے بھی بڑے بڑے سائنسدان ہیں جنہوں نے بے انتہا تفحّص کیا اور قدرت کے بہت بڑے بڑے عظیم راز پا لئے اور سب کچھ پانے کے بعد یہ کہہ کر سب کچھ گنوا بیٹھے کہ ہم نے تو ہر طرف دیکھا ہمیں تو خدا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

پس جب میں حواسِ خمسہ کی بات کرتا ہوں تو وہ کھڑکیاں ہیں، دروازے ہیں جہاں تک روشنی پہنچ سکتی ہے مگر دروازے اور کھڑکیاں اچھل اچھل کر روشنیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ روشنی ان تک پہنچتی ہے۔ (سورہ النور آیت ۳۶) خدا زمین و آسمان کا نور ہے اور اَور معانی کے علاوہ ایک یہ معنی ہیں کہ تم آنکھیں کھولو، نور خود تم تک پہنچے گا اگر تم نور کی طلب کرنے والے ہوگے اور نور کی خواہش رکھنے والے ہوگے۔ اگر تم نور کی خواہش رکھو گے تو آنکھیں کھولو گے اور کھولو گے تو ہر طرف سے خدا کے جلوے تم تک پہنچنے لگیں گے اور اگر آنکھیں رکھتے ہوئے آنکھیں بند رکھو گے تو اندرونی طور پر تم میں بظاہر صلاحیت ہوگی لیکن نور تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ پس حواسِ خمسہ تو ہر شخص کو عطاء ہوئے ہیں اور حواسِ خمسہ کے مضامین اگر انسان غور کرتا رہے تو سورۃ فاتحہ میں اس کو بہت ہی خوبصورت رنگ بھرتے ہوئے دکھائی دینگے اور خدا کی حمد اُس کے اندر اس غور و خوض کے بعد کیفیت پیدا کرے گی یا کیفیتیں پیدا کرے گی اور انہیں کیفیتوں کا نام نماز ہے۔ انہیں کیفیتوں کا نام عبادت ہے۔ اس عبادت کے بعد جب آپ (ہم صرف تجھ ہی سے مانگتے ہیں) کہتے ہیں تو بلاتردّد یقین کے ساتھ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا سے پھر ضرور مدد ملے گی لیکن دوسرے دروازے بند کرنے پڑتے ہیں۔ ان معنوں میں بند کرنے پڑتے ہیں کہ آخری یقین بلا شرکتِ غیرے یہی رہتا ہے کہ صرف ایک ذات ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے جب آپ واپس خدا تعالیٰ کی ان چار صفات کی طرف واپس جاتے ہیں جن کا سورۂ فاتحہ میں ذکر ہے تو تعجب پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں تو یہ بتایا گیا کہ (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہو اور یہی چار صفات ہیں جو بنیادی طور پر خدا کا تعارف کروانے کے لئے کافی ہیں لیکن ان میں بہت سی صفات موجود ہی نہیں ہیں۔ ہم جب کہہ دیتے ہیں کہ ہم صرف تیری عبادت کریں گے اور صرف تجھ سے ہی مانگیں گے تو اگر ہماری ضرورتیں اَور ہوں اور زائد ہوں تو یہ عہد تو ہمارے لئے موت کا پیغام بن جائے گا۔ آپ ایک محدود طاقت والے انسان سے یہ رشتہ باندھ بیٹھیں جس کی طاقتیں بھی محدود ہیں، جس کی پہنچ محدود ہے جو ہمیشہ رہ بھی نہیں سکتا اس سے یہ عہد کر بیٹھیں کہ میں جو کچھ مانگوں گا تجھ سے ہی مانگوں گا تو جب اس کی ضرورت دینے والے کی طاقت سے باہر ہو گی وہیں وہ مارا گیا۔ ایک دفعہ ایک عباسی وزیر نے جو عباسی خلیفہ کے وزیر تھے کسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا تو اس نے احسان کا شکریہ اس رنگ میں ادا کیا کہ اس سے تحریری معاہدہ کیا کہ اسے وزیر! میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ آئندہ میں تیرے دروازے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے سوا کسی دروازے کی طرف نہیں دیکھوں گا اور تیرے سوا کسی سے نہیں مانگوں گا لیکن کچھ عرصے کے بعد نہ وہ وزیر رہا نہ وہ دور رہا اور یہ وعدہ از خود ہی جھوٹا ثابت ہو گیا۔ پس جب ہم (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) کہتے ہیں تو غور طلب بات یہ ہے کہ آیا یہ حکمت کی بات تھی بھی کہ نہیں۔ کہیں ہم ایسا عہد تو نہیں کر بیٹھے جس کے نتیجے میں بعض ہماری ضرورتیں خدا کی ذات سے باہر رہ جائیں گی اور جب ذات کی طرف واپس لوٹتے ہیں تو وہاں صرف چار صفات ہیں۔ ربوبیت[1]، رحمانیت[2]، رحیمیت[3] اور مالکیت[4]۔ اب کیا ان چاروں صفات سے انسان کا گذارہ ہو سکتا ہے۔ علم کا یہاں کوئی ذکر نہیں کہ خدا عالم الغیب بھی ہے۔ اس بات پر غور کرتے ہوئے وہ مضمون ذہن میں ابھرتا ہے جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ درحقیقت یہ چاروں صفات ام الصفات ہیں۔ اور کوئی ایک صفت بھی ایسی نہیں جو ان کے اثر سے باہر ہو۔ بعض دفعہ ایک صفت سے کئی دوسری صفات پیدا ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ مختلف صفات مل کر بعض صفات پیدا کرتی ہیں اور آپس میں ان کے تعلقات کے ادلنے بدلنے سے نئے مضامین ابھرتے ہیں اور بعض دفعہ ہماری نظر نہیں ہوتی کہ ہم ایک صفت میں دوسری صفات موجود دیکھ سکیں لیکن موجود ہوتی ہیں اور قرآن کریم کا مطالعہ ہماری توجہ ان کی طرف مبذول کرواتا ہے اور بتاتا ہے کہ دیکھو اس کھڑکی کے رستے یہ روشنی بھی دکھائی دینی چاہیئے تھی مگر دکھائی نہیں دی مگر قرآن کریم مددگار بنتا ہے اور سارے قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت ایک یقین کے طور پر دل میں ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو جاتی ہے کہ سورۂ فاتحہ کو ام الصفات کہنا محض ایک جذباتیت کی بات نہیں تھی، ایک جذباتی تعلق کے نتیجے میں نہیں تھا بلکہ گہرے ٹھوس علم کے نتیجے میں ہے اور یہی حقیقت ہے۔ مثلاً میں نے علم کا ذکر کیا کہ خدا کو ہم سورۂ فاتحہ کے علاوہ جانتے ہیں کہ عالم الغیب ہے، عالم الشہادۃ ہے اور حاضر کو جانتا ہے، غائب کو جانتا ہے۔ ماضی کو بھی جانتا ہے۔ مستقبل کو بھی جانتا ہے لیکن سورۂ فاتحہ میں تو کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا۔ پھر انسان قرآن کریم کے مطالعہ میں یہ بات پڑھ کر اچانک حیران رہ جاتا ہے کہ (سورۂ رحمان آیت ۲ تا ۵) کہ یہ رحمان ہے جس نے قرآن سکھایا۔ اب رحمانیت کا علم سے کوئی تعلق ہے ورنہ رحمان کو قرآن سکھانے والا کیوں قرار دیا گیا۔ یہ کہنا چاہیئے تھا کہ وہ علام الغیوب ہے، عالم ہے، علیم ہے جس نے قرآن سکھایا۔ کیونکہ علم سکھانے والے کو تو عالم کہا جاتا ہے یا علیم کہا جاتا ہے یا علامہ کہا جاتا ہے۔ رحمٰن تو نہیں کہا جاتا تو رحمانیت میں علم کا کون سا جزو پایا جاتا ہے یا کون سی مشابہت ان صفات میں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے قرآن کریم جو تمام علوم میں سب سے زیادہ جامع ہے اور سب سے اونچا مقام رکھتا ہے اور سب سے زیادہ گہرائی رکھتا ہے اس کو علیم کی طرف منسوب کرنے کی بجائے رحمان کی طرف منسوب کر دیا۔

رحمانیت کی صفت کے بے پناہ جلوے

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے جب آپ رحمانیت میں سفر شروع کرتے ہیں تو آپ یہ سوچ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ ربوبیت بہت وسیع طور پر اثر انداز دکھائی دیتی ہے اور قانون قدرت اور تخلیق میں کارفرما نظر آتی ہے لیکن جب کچھ بھی نہ ہو تو رحمانیت کے سوا کسی چیز کا آغاز ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ رحمان کے اندر بن مانگے دینے والے کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ابھی مسائل کا وجود ہی پیدا نہیں ہوا۔ کوئی کچھ مانگنے کے لئے دربار میں حاضر نہیں ہوا لیکن اس کے لئے عطا کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پس حقیقت میں تخلیق کا بھی رحمانیت کے ساتھ تعلق ہے اور علم کا بھی رحمانیت کے ساتھ تعلق ہے۔ تخلیق کا تعلق تو آپ کو فوراً سمجھ آ گیا، جب آپ دوبارہ اس آیت پر غور کریں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ رحمان کے ساتھ تخلیق کو کیوں باندھا تھا .... کہ رحمان نے انسان کی تخلیق کی ہے اور رحمان ہی تھا جس نے قرآن عطا کیا۔ تخلیق کے لئے رحمانیت کا جوڑ سمجھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے بہترین مثال پیش فرما دی انسان کی۔ انسان تخلیق کی وہ آخری شکل ہے جس میں سب سے زیادہ رحمانیت جلوہ گر ہے۔ کیوں کہ انسان کو سب سے زیادہ وہ چیزیں عطا ہوئی ہیں جو بن مانگے عطا ہوئیں اور جو درجۂ کمال تک پہنچی ہوئی ہیں۔ کوئی اور مخلوق اس میں انسان کا مقابلہ نہیں کرتی بلکہ تمام کائنات کا خلاصہ انسان ہے تو خلق الانسان کا فاعل رحمان قرار دے دینا اور یہ فرمانا کہ رحمان نے انسان کی تخلیق کی ہے، نہ صرف ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تخلیق کا آغاز رحمانیت کے نتیجے میں ہوا ہے بلکہ تخلیق پر غور کرنے سے سمجھ آ جاتی ہے کہ کیوں رحمان کو خالق کہا گیا کیونکہ وہی مضمون دوبارہ ابھرتا ہے جو میں نے آپ سے پہلے بیان کیا ہے کہ ہر تخلیق میں ضرورتِ واجبی کے علاوہ چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ ضرورتِ حقہ کا لفظ میں نے پہلے استعمال کیا تھا غالباً ضرورتِ واجبی کہنا زیادہ درست ہے یعنی وہ ضرورت جو کم سے کم ہے جس کے پورا ہو جانے کے بعد چیز کو بقاء نصیب ہو جاتا ہے اور پیاس بجھ جاتی ہے وہ ضرورت پورا کرنے کے بعد اگر مزید کچھ عطا کیا جائے تو وہ واجبی ضرورت سے زیادہ ہے اور اس کے لئے رحمان کا ہونا ضروری ہے ورنہ آپ روزمرہ کی زندگی میں تو رحمان نہیں بنتے۔ مزدور نے جب آپ کا کوئی کام کیا ہو تو بالعموم انسان کم سے کم دے کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ اکثر مالکوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نوکروں بیچاروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ تمہاری ضرورت پوری ہو گئی۔ بس کافی ہے۔ تم اس میں رہ سکتے ہو۔ سردی سے بچ سکتے ہو، گرمی سے کسی حد تک بچ سکتے ہو بلکہ واجبی ضرورت بھی پوری نہیں کی جاتی کسی حد تک پوری ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ ذمہ داری ادا ہو گئی۔ وہ تو رحمان نہیں کہلا سکتے۔ پس تخلیق میں کوئی بھی زندگی کا ایسا ذرہ آپ کو دکھائی نہیں دے گا خواہ وہ زندگی کی کسی نوع سے تعلق رکھنے والا ذرہ ہو جس ذرے کے اندر بھی رحمانیت کا جلوہ نہ دکھائی دیتا ہو۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) فرماتے ہیں ؎

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

اب کیڑے کا پاؤں بنانے پر انسان قادر نہیں۔ یہ بات آج کے زمانے میں عجیب لگتی ہے جب آپ دیکھتے ہیں کہ ہوائی جہاز ایجاد ہو گئے۔ ٹیلی ویژن ایجاد ہو گئیں، حیرت انگیز باریک در باریک صفات کائنات پر غور کرنے کے نتیجے میں انسان باریک در باریک چیزیں بنانے پر قادر ہوتا چلا جا رہا ہے تو کیا حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کا یہ مصرعہ اب پرانے زمانے کی بات بن گیا کہ ع
بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز۔ لیکن جب آپ گہری نظر سے دیکھتے ہیں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ بڑی بڑی تخلیق اور عظیم تخلیق اور باریک در باریک تخلیق کا دعویٰ کرنے والا انسان بھی آج تک کیڑے کا ایک پاؤں بنانے سے عاجز ہے کیونکہ کیڑے کے ایک پاؤں میں عجیب در عجیب چیزیں بنی ہوئی ہیں۔ کیڑے کا ایک پاؤں جس مسالے سے بنا ہوا ہے جس طرح اس کے اندر انرجی (ENERGY) پہنچانے کا انتظام ہے، جس طرح وہ اپنے ظاہری حجم کے مقابل پر بیسیوں گنا زیادہ وزن اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ جس طرح اس کے اندر باریک در باریک اعصاب ہیں۔ جس طرح وہ اس بات کا اہل بنایا گیا ہے کہ سیدھی عمودی چیزوں پر بھی وہ چڑھ جائے اور عام سطح پر بھی اسی طرح دوڑتے لگے۔ جس طرح بعض ان میں سے پانی کی سطح پر بھی دوڑنے کی استطاعت رکھتے ہیں اس کیڑے کے پاؤں پر آپ غور کریں تو عقل دنگ رہ جائے گی اور بغیر کسی شک کے ایک انسان جو صاحب علم ہو اور صاحب فراست ہو وہ دوبارہ یہ اعلان کرے گا اور ہزار بار یہ اعلان کرے گا

کہ ع بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز

تو خدا تعالیٰ کی صنعتوں میں تو ہر جگہ رحمانیت جلوہ گر دکھائی دیتی ہے اور رحمانیت کو تخلیق میں ڈھالنے کے لئے علم کی ضرورت ہے کیونکہ تخلیق میں سائنس بھی ہے اور ٹیکنالوجی بھی ہے۔ یہ دو چیزیں اکٹھی ہو کر تخلیق میں ڈھلتی ہیں۔ علم کے بغیر تخلیق ممکن ہی نہیں ہے۔ پس علم جب درجۂ کمال کو پہنچا ہو تب تخلیق خوبصورت ہوتی ہے اور اس کے باوجود تخلیق کوئی عملی جامہ نہیں اوڑھ سکتی یا عمل کی صورت میں ڈھل نہیں سکتی جب تک ساتھ ٹیکنالوجی بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو، رحمان خدا کو علم کے بغیر رحمانیت کو تخلیق میں ڈھالنے کی استطاعت ہی نہیں ہو سکتی تھی اور سب سے زیادہ عالم وہ ہوتا ہے جو چیز کو خود بنانے والا ہے۔ دوسرے بھی سمجھتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی کے بنائے ہوئے ماڈل پر غور کرتے ہیں اور گہرائی میں اترنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جو بنانے والا ہے اس سے بڑھ کر عالم دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس رحمان میں علم بھی شامل ہے اور رحمان میں ہی تخلیق بھی شامل ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں (ہم صرف تیری ہی عبادت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) تو بلا شبہ کوئی ناقص سودا نہیں کر رہے ہوتے ۔ کوئی غوف والا سودا نہیں کر رہے ہوتے ۔ کامل یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس سے ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ صرف تیری عبادت کریں گے اور کسی اور کو عبادت کے لائق نہیں سمجھیں گے ۔ ہم پورے یقین اور عرفان کے ساتھ یہ عہد کر رہے ہیں ۔ ان کا یہ مطالبہ ایک طبعی آواز ہے جو اس کے پیچھے آنی چاہیئے کہ اے ہمارے معبود! پھر ہماری ضرورتیں بھی تُو ہی پوری کرنا کیونکہ تُو تمام ضرورتیں پوری کرنے کی اہلیت رکھتا ہے ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین ہیں مگر اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے، میں (اللہ نے چاہا تو) اگر وقت ملا تو میں اسی مضمون پر مزید گفتگو اگلے خطبے میں کروں گا اور اگر بیچ میں ایسا کوئی اور امر زیادہ فوری توجہ کے لائق آیا تو پھر ایک خطبے کا ناغہ کر کے پھر (اللہ نے چاہا تو) آئندہ خطبے میں اس مضمون کی طرف آؤں گا تاکہ لوگ جو ہر وقت ہمیشہ پوچھتے رہتے ہیں کہ آپ نے کچھ بتایا تھا لیکن ابھی پیاس نہیں بجھی ۔ کچھ اور بتائیں ۔ نمازوں کو ہم کس طرح زندہ کریں تو جہاں تک خدا مجھے توفیق عطا فرمائے میں چاہتا ہوں کہ اس ذمہ داری کو ادا کر دوں اور آپ کو نمازوں کو زندہ کرنے کے کچھ راز سمجھا سکوں ۔ اگر ہماری نمازیں زندہ ہو جائیں تو ہم زندہ ہوں گے اور ساری انسانیت زندہ ہو گی کیونکہ عبادت کی زندگی کے سوا انسان کو زندگی نصیب نہیں ہو سکتی ۔ وہ دیکھتے ہوئے بھی اندھا رہے گا ۔ وہ سنتے ہوئے بھی بہرہ رہے گا وہ بظاہر بولنے کی طاقت رکھے گا مگر بیان سے خالی ہو گا کیونکہ اس کے بیان کا رحمانیت سے کوئی تعلق نہیں ہو گا ۔ پس یہ بہت ہی اہم بات ہے، زندگی کی تمام اہم چیزوں میں سب سے زیادہ اہم عبادت ہے مگر وہ عبادت جسے سمجھ کر ادا کیا جائے، جو کیفیتوں میں ڈھلنی شروع ہو جائے اور کیفیتوں سے بھر جائے اس سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور وہ زندگی پھر تمام کائنات کو زندہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ۔

تعارف

خود نوشت سوانح

(محترم میاں محمد ابراہیم)

محترم میاں محمد ابراہیم، ڈاکٹر آف ڈویبنٹی، سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سابق مربی امریکہ کے خود نوشت سوانح ہمارے سامنے ہیں ۔ محترم میاں صاحب نے جو اپنا سوانحی خاکہ پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہے ۔

پیدائش : سیالکوٹ شہر، مارچ ۱۹۰۵ء

ابتدائی تعلیم : امریکن مشن ہائی سکول سیالکوٹ میٹرک ۱۹۲۳ء میں سری رنبیر ہائی سکول جموں سے کیا ۔

کالج کی تعلیم : پرنس آف ویلز کالج جموں ۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۸ء تک وہیں سے گریجوایشن کیا ۔ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے ایس ۔ اے دی کی ٹریننگ لی ۔ ۱۹۲۹ء ۲ ماہ اسلامیہ ہائی سکول جموں میں بطور سیکنڈ ماسٹر کام کیا ۔ ۲۱ دن گورنمنٹ ہائی سکول رینالہ خورد ضلع منٹگمری میں اور ۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حضور کے ارشاد پر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے سٹاف میں شامل ہوا ۔ تقریباً ۴۰ برس اسی مرکزی سکول میں ۱۹۴۷ء تک قادیان میں ۱۹۵۲ء تک سکول چنیوٹ میں رہا بعد میں ربوہ آ گیا جہاں سے میں ۱۹۶۹ء میں ریٹائر ہوا ۔ تقریباً ۶۰ سال کی خدمت کے بعد اس عرصے میں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۹ء تک ہیڈ ماسٹر رہا ۔ ۱۹۷۳ میں امریکہ گیا ۔ بطور مربی ۔ ۱۹۸۲ء کے آخر تک وہیں مقیم رہا ۔ دو مختصر وقفوں کے ساتھ آنکھوں کی تکلیف کیوجہ سے موتیا بند کے آپریشن کے کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا ۔

اس مختصر سی پونے دو سو صفحات کی کتاب میں محترم میاں صاحب نے اپنی زندگی کے متعدد واقعات پیش کئے ہیں ۔ انکا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ اگر کسی شخص نے اپنی ساری زندگی بطور استاد بچوں کی اور بطور مربی بڑوں کی بھی تربیت کی ہو تو اسکی ہر بات سے تربیت کا رنگ مترشح ہو گا ۔ اور اگر اس شخص کے گھر کا دینی ماحول علمی معلومات میں دلچسپی لینے کے ساتھ تعلق رکھتا ہو تو یقیناً وہ اپنی ہر بات میں کسی نہ کسی علمی نقطے کی طرف توجہ دلائے گا اور کسی نہ کسی رنگ میں قاری کی تربیت کا باعث بنے گا ۔

تدریسی عرصے کی دلچسپیوں میں آپ نے بین الاداراتی مباحثات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ اس قسم کے مباحثے طالب علموں کی زندگی کی جہت مقرر کرنے میں بہت مفید ثابت ہوتے ہیں اور ہر وہ استاد جو دلچسپی کے ساتھ ان مباحثوں کے لئے طالبعلموں کو تیار کرتا ہے ۔ وہ انکا محسن کہلانے کا سب سے زیادہ حقدار ہے ۔

آپ نے اپنے ساتھی اساتذہ کا بھی ذکر خیر کیا ہے ۔ اور یہ تو اکثر کرتے ہی ہیں لیکن آپ ذرا اس سے آگے بڑھ کر اپنے شاگردوں کا بھی ذکر کرتے ہیں ۔ اور حیرانگی کی بات ہے کہ جب سے آپ نے تدریس کا کام شروع کیا اسوقت سے لے کر سکول میں آخری ایام تک آپ نے بے شمار شاگردوں کو یاد رکھا اور اس یاد میں نہ صرف ذہن کا تعلق ہے بلکہ دل کے جذبات بھی شامل ہیں ۔ آپ نے اپنے شاگردوں کا نہایت محبت سے ذکر کیا ہے ۔ چونکہ آپکو خاندان حضرت اقدس کے کئی بابرکت افراد کو بھی تعلیمی کوششوں میں مدد دینے کا موقعہ ملا اسلئے تدریس کا یہ حصہ آپکی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں کو اجاگر کرنے کا باعث بنتا ہے ۔

تدریسی کام کے علاوہ آپ نے سلسلہ کی مرکزی تنظیموں میں بھی خدمات سرانجام دیں آپ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں ۔ ایک وقت میں ایک ہی کام کر سکتا تھا اور میرا دل و دماغ صرف سکول کے لیے وقف رہا ۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی سلسلے کی مرکزی تنظیموں میں کام کرنیکی سعادت ملتی رہی ۔ دو سال تک حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی صدارت کے زمانہ میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مہتمم استقلال بھی رہا اور چند ماہ معتمد مقامی کے طور پر بھی کام کرنیکی سعادت حاصل ہوئی ۔ مضامین لکھنے کا مجھے شوق تھا اور غیر مبائین کے متعلق جو میں خصوصی مطالعہ کر چکا تھا اس کا اظہار غیر مبائین کے متعلق خصوصی مضامین لکھ کر کرتا رہتا تھا ۔ بلکہ ربوہ میں بھی جب تک جماعت کی پالیسی نے اجازت دی اس موضوع پر لکھتا رہا ۔ "مجاہد کبیر" مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے کی سوانح پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے اس پر الفضل میں میرا مختصر سا تبصرہ شائع ہوا تو متعدد مکرم بزرگوں نے جن میں حضرت قاضی محمد اکمل صاحب بھی تھے ۔ مجھے مبارکباد کے خطوط لکھے ۔ اور زبانی خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا ۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "حضور نے ربوہ پہنچ کر جب سلسلہ کے علماء کو چھوٹے چھوٹے رسائل لکھنے کا ارشاد فرمایا تو علماء اور ادباء کے اس وقت کے مختصر گروپ میں مجھے بھی یاد فرمایا ۔ اور میں نے حضور کی ہدایات کی روشنی میں دیانت اور امانت، ہمسائگی کے حقوق وغیرہ پر مضامین لکھے ۔ جو بعد میں "الشرکۃ الاسلامیہ" نے شائع کئے ۔

خاندان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے تعلق استادی کے سلسلے میں آپ لکھتے ہیں ۔ "میں جب اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہوں تو حقیقتاً" اپنے میں کوئی خوبی نہیں پاتا اور یہی بات میں نے ہیڈ ماسٹر مقرر ہونے پر استقبالیہ تقریب میں بھی کہی تھی جو الفضل میں شائع ہو چکی ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ایک ذرے سے بھی کام لے سکتا ہے ۔ یہی حال میرا بھی ہوا ۔ قادیان میں آیا ہی تھا کہ حضور نے نوازشات فرمانا شروع کر دیں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کی صاحبزادیوں اور بیگمات کو انکی رہائش گاہوں میں حاضر ہو کر انگریزی پڑھانے کا شرف بخشا ۔ اور یہ اعزاز مجھے کم و بیش ۲۰ سال تک حاصل رہا ۔ قادیان پہنچتے ہی حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت فضل عمر اور صاحبزادی محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ کو پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ جلد ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں ۔ انکی نوازشات مجھے آج تک یاد ہیں ۔ ایک روز مجھے فرمایا کہ وہ یعنی حضور پوچھتے تھے کہ اگر میں کہیں آپکی شادی کر دوں تو آپکو کوئی اعتراض تو نہ ہو گا ۔ میں جواب میں خاموش ہو گیا ۔ قطعی طور پر خاموش کیونکہ شادی کے متعلق بات سنتے ہی میں اپنے اندر شرمندگی سی محسوس کرنے لگتا تھا ۔ انہوں نے پھر یہ بات دہرائی میں خاموش رہا ۔ فرمایا اچھا اب میں ایک بات سناتی ہوں کہ جب انہوں نے جب مجھے یہ بات پوچھنے کو کہا تھا میں نے ان سے یہی بات کہی تھی کہ جہاں تک میں نے انکی طبیعت کا تجزیہ کیا ہے وہ اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیں گے اور واقعتہً وہی بات ہوئی ۔ اسکے بعد حضور دہلی تشریف لے گئے تو وہاں سے اس بارے میں پرائیویٹ سکریٹری صاحب کی معرفت مجھے قادیان خط لکھوایا جس کا میں نے تحریری جواب یہ دیا کہ اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے ۔ صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ موصوفہ کے لیے میرے دل میں جو قدر ہے وہ میں ہی جانتا ہوں ۔ زائد باتوں سے پرہیز فرماتی ہیں لیکن جو مختصر سی بات کرتی ہیں اس میں دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے مخلصانہ جذبات موجود ہوتے ہیں ۔ آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مروّت اور حسن سلوک کی تعلیم کا مثالی پیکر معلوم ہوتی ہیں ۔ اور آج تک میرے ساتھ ادب و احترام کا سلوک کرتی ہیں ۔ مجھے کوئی مشکل ہو یا ضرورت یہ میری قابل قدر محسنہ ہیں ۔ میری یہ قابل قدر شاگرد اسوقت ایف ۔ اے کی تیاری کر رہی تھیں ۔ دو سال کے بعد حضرت مریم صدیقہ صاحبہ موصوفہ اور سیدہ امۃ الودود صاحبہ فسٹ ایئر میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

داخل ہو گئیں۔

محترم میاں صاحب کی زندگی کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ آپ کرکٹ سے دلچسپی اور کھیلوں میں شغف رکھتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "کھیلوں سے مجھے بچپن سے ہی دلچسپی رہی ہے۔ شروع شروع میں ہم اپنے محلہ کے اندر چھوٹی سی گلی کوچہ سیداں میں کرکٹ کھیلا کرتے تھے۔ میرے اکثر ساتھی سید تھے انہی ایام میں ہاکی کی محلہ وار ٹیمیں بھی بنیں اور میں انکا بھی ممبر ہوتا۔ لیکن ہم میں سے کسی کے پاس ہاکی سٹک نہ ہوتی سب ٹیڑھی سوٹیوں سے ہی کھیلا کرتے۔ یہاں تک کہ جس کسی کے پاس ہاکی سٹک یا سٹک نما کھنڈا ہوتا اسے بھی ٹیم میں کر دیا جاتا۔ اس میں کچھ علاقے کی عزیت کا بھی دخل تھا۔ کرکٹ میں دلچسپی بتدریج بڑھی تو انٹر محلہ میچز ہوتے رہے۔ اور ایک مرحلہ پر ہماری ٹیم انہی ایام میں سوہدرہ بھی گئی ان دنوں امریکن مشن ہائی سکول سیالکوٹ کی کرکٹ کی ٹیم عمدہ کھلاڑیوں پر مشتمل تھی۔ مجھے سکول کی ٹیم کو کھیلتے اور مشق کرتے دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ جب موقعہ ملتا تو میں باؤلنگ بھی کرتا اور اسکا ایک حد تک اچھا اثر پڑتا"

اگرچہ ہمیں محترم میاں صاحب سے شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے اور ہم آپ کے طریق تدریس سے خاصے متاثر ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آپکو جسطرح قادیان آکر کرکٹ شروع کرتے اور اسے باقاعدگی سے جاری رکھتے دیکھا۔ اسکا اثر کبھی کم نہیں ہوا۔ ایک دبلا پتلا سا نوجوان جب باؤلنگ کرتا تھا تو لوگ اس پر تعریف کے ڈونگرے برساتے تھے ہمیں آپکا ہٹیں لگانا تو یاد نہیں شائد اس لیے کہ آپ دبلے پتلے تھے اور بیٹ خاصا بھاری ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک باؤلنگ کا تعلق ہے یہ سب لوگوں سے داد و تحسین وصول کرتی تھی۔ اب تو قارئین کو یہ بات عجیب لگے گی لیکن ہم نے دیکھا کہ ان دنوں جو ٹیمیں قادیان آکر کھیلتی تھیں۔ ان میں سے بعض باؤلر نیچے سے بال کیا کرتے تھے۔ یعنی ہاتھ کو اوپر سے گھما کر نہیں بلکہ نیچے سے پھینکا کرتے تھے۔ اگرچہ اسکے کچھ دیر بعد ایسا کرنا متروک ہو گیا لیکن بہرحال میاں صاحب کا کرکٹ کھیلنا اور قادیان کے تقریباً تمام نوجوانوں اور خاصی تعداد میں معمر بزرگوں کا بھی جمع ہو کر دیکھنا ایک ایسی بات تھی جسے ہم کبھی بھلا نہیں سکتے۔

جہاں تک تعلیمی کاوشوں کا تعلق ہے حضرت مولوی محمد دین صاحب کا یہ نوٹ قابل توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا "میں احمدی نوجوانوں کی توجہ عموماً اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے موجودہ اور سابقہ طلباء کی توجہ خصوصاً میاں محمد ابراہیم بی۔ اے اور آپکے ادارتی عملے کے نوجوان معاونین کی قابل ستائش کاوش کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں یہ زندگی اور مستعدی کی ایک نئی علامت ہے جو مجھے امید ہے ہمارے نوجوانوں میں ان فرائض زندگی کو نبھانے کا جذبہ پیدا کریگی جو ان کے دین اور معاشرتی حالات کی طرف سے ان پر عائد ہوتے ہیں" اسی طرح حضرت مولوی محمد دین صاحب کی دعوت الوداع میں سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے فرمایا۔ "اس سکول کے متعلق یہ کوشش ہے کہ طلباء میں دینی اشتغال کی طرف توجہ رہے۔ نمازوں کی پابندی ہو اور جماعتی لحاظ سے ایسے کام ان سے لیے جائیں کہ ان میں قربانیوں کی روح پیدا ہو۔ اور ایسے کاموں کے لیے ہم طلباء کو مجبور کرتے ہیں۔ اور ان پر وقت لگتا ہے۔ جس سے تعلیم کے اوقات میں کمی ہوتی ہے۔ مگر باوجود اسکے طلباء میں ایسی روح اور علمی شغف اور ذکاوت پیدا کی جاسکتی ہے کہ طالب علم تھوڑے وقت میں زیادہ قابلیت پیدا کر لے یہ صحیح نہیں کہ اسوقت جو معیار ہے اس سے ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور موجودہ نتائج سے بہتر نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارے طلباء سے ایسے کام لیے جاتے ہیں کہ جو دوسرے سکولوں کے طلباء سے نہیں لیے جاتے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اساتذہ دلی شوق سے کام کریں اور ایسے رنگ میں تعلیم دیں کہ اس میں محو ہو جائیں تو بہت ترقی ہو سکتی ہے۔ اس رنگ میں کام کی مثال میرے علم میں ماسٹر محمد ابراہیم صاحب کی ہے۔ شائد مجھ پر انکے متعلق یہ اثر اس وجہ سے ہو کہ وہ میرے گھر میں بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ اور اس لئے میرے نوٹس میں انکا کام آتا رہتا ہے۔ انکے علاوہ مولوی محمد دین صاحب کے متعلق بھی میں سنتا رہا ہوں کہ وہ اس رنگ میں کام کرتے ہیں مجھے ان دونوں کے متعلق علم ہے۔ ممکن ہے کوئی اور استاد بھی اس رنگ میں کام کرتا ہوں۔ مگر مجھے علم نہیں"

سکول سے ریٹائرمنٹ کے کچھ عرصہ بعد آپکو امریکہ میں بطور مربی بھجوایا گیا۔ حضرت امام جماعت (الثالث) اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ نے اس سلسلے میں فرمایا۔ "مربی ہمیں دو طرح ملتے ہیں۔ کچھ تو جامعہ میں پڑھتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں جو جامعہ میں نہیں پڑھتے لیکن انکی روح خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں جل رہی ہوتی ہے۔ اور یہ محبت انکو مجبور کرتی ہے کہ وہ خدا کے دین کی خدمت کریں انہوں نے اپنی کوشش اور دعاؤں سے اپنے طور پر اتنا علم حاصل کیا ہوتا ہے یعنی اپنے مجاہدے کے نتیجے میں اور اللہ تعالیٰ کو معلم حقیقی بنا لینے سے وہ باہر جا کر بڑے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ماسٹر محمد ابراہیم (جمونی صاحب) ساری عمر ہیڈ ماسٹری

باقی صـ۷ـ پر

شذرات ـــــ نون۔ سین

بنولا۔ انسانی غذا؟

بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ ہم ان کی وجوہ تو نہیں جانتے لیکن نتائج سے بخوبی آگاہ ہیں۔ مثلاً ایک بہت بڑے قانون دان نے ایک دفعہ ہمیں بتایا کہ وہ چیزوں کی کنہ تک پہنچنے کی بجائے صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا کیا جائے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مثلاً انہیں بجلی کے متعلق بہت کچھ علم نہیں ہے۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ اگر ایک بٹن کو آن (ON) کیا جائے تو قمقمہ جل اٹھتا ہے۔ کسی عام گھریلو عورت سے پوچھا جائے کہ ککر میں گوشت جلدی کیوں گل جاتا ہے تو وہ شائد اس کی توجیہہ نہ کر سکے۔

سائنس کے شعبہ کیمسٹری کو اجاگر کرنے کے لئے گذشتہ دسمبر میں کراچی یونیورسٹی کے کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ میں ایک چار روزہ سیمینار میں ۵۰۰ سائنس دان شریک ہوئے اور ۲۵۰ تحقیقی مقالے پیش کئے گئے۔ پہلا دن تو افتتاح کے لئے مختص تھا۔ اگلے تین روز ان مقالوں پر خوب خوب بحث ہوئی۔ اس سیمینار کا افتتاح وفاقی وزیر تعلیم نے کیا۔ جنہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم اس نہج پر چل رہے ہیں کہ اپنے سائنسدانوں کا اعزاز برقرار نہ رکھیں۔ ہمارے دلوں میں، ایسا لگتا ہے، کہ ان کی عزت کے لئے کوئی مقام نہیں ہے اگر ہم اپنے آپ کو دوسرے ممالک کے مقابلے میں رکھ کر دیکھیں تو ہماری پوزیشن تشویشناک نظر آتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں دستور یہ ہے کہ "شائع کرو یا تباہ ہو جاؤ"۔ شائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ نئے سے نئی بات معلوم کرو اور اس کی تشہیر کرو اگر ایسا نہیں کرو گے تو بربادی کو دعوت دو گے۔ اسی لئے وہاں کی یونیورسٹیوں کا معیار یہ ہے کہ وہ تحقیق کرتے ہیں اور مختلف موضوعات کو اجاگر کرنے سے اپنا نام بھی بلندیوں تک لے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر اتفاق علی (جو یونیورسٹی آف کراچی کے وائس چانسلر ہیں) نے کراچی یونیورسٹی کی اس رنگ میں تعریف کی کہ یہاں پاکستان کی باقی یونیورسٹیوں کی نسبت زیادہ ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کی جاتی ہیں انہوں نے کہا کہ جتنی ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دیگر تمام یونیورسٹیوں نے دی ہیں۔ تقریباً اتنی ہی صرف کراچی یونیورسٹی نے دی ہیں۔

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن جو ایچ۔ای۔جے۔ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر ہیں انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ دنیا بھر کے ۹۲ فی صد سائنس دان شمالی میں پائے جاتے ہیں۔ اور دنیا کی ساری تحقیق کا ۹۷ فی صد بھی انہیں ملکوں میں سامنے آتا ہے اگرچہ اسلامی دنیا ساری دنیا کا ۱/۵ ہے۔ یہاں سائنس پر کل خرچ کی جانے والی رقم کا صرف ایک فی صد خرچ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن نے اس خواہش کا اظہار کیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپیل کی کہ اس سے زیادہ خرچ کیا جانا چاہیئے۔

ٹیکنیکل سیکشن میں عابد حسین اور ڈاکٹر راشد علی کا ایک مقالہ پیش ہوا جس میں بنولوں کو انسانی خوراک کے طور پر استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ بنولوں سے کھلی بنتی ہے اور کھلی جانوروں کو کھلائی جاتی ہے خاص طور پر ان کے دودھ میں اضافے کے لئے۔ لیکن انسان اس کھلی کو اس لئے استعمال نہیں کر سکتا کہ ایک تو اس میں ایک خاص قسم کا زہریلا مادہ ہوتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ اس کی بُو نہایت ناپسندیدہ ہے لیکن اس مقالے میں بتایا گیا کہ کھلی میں سے زہریلا مادہ بھی الگ کیا جا سکتا ہے اور اس کی بُو کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر راشد علی نے یہ بھی بتایا کہ کھلی کو انسانوں کے استعمال کے لئے پاؤڈر بنانے کا خیال ہے اور اس پاؤڈر کو بیکری میں تیار کی جانے والی اشیاء میں استعمال کیا جائے گا۔ اس وقت تو زیادہ تر بیکری میں گندم کا آٹا ہی استعمال کیا جاتا ہے ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اسے مشروب کے طور پر استعمال کرنے کے لئے بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ کئی دیگر ممالک میں جہاں سویابین خاصی مقدار میں پائی جاتی ہے وہاں اس کا وہ استعمال بھی کیا جاتا ہے جو یہاں اب بنولے کے استعمال کا امکان پیدا ہوا ہے۔ چونکہ بنولہ یہاں خاصی مقدار میں مل جاتا ہے۔ اس لئے یہاں سائنسدانوں کو خیال آیا کہ اگر باہر سویابین استعمال کی جا سکتی ہے تو یہاں بنولہ کیوں نہ استعمال کیا جائے۔ اسی طرح ایک اور مقالہ بھی بہت دلچسپی کا باعث

باقی صـ۸ـ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چینی نمائش

گذشتہ دنوں کراچی کے ایک ہوٹل میں ایک چینی وفد نے "الیکٹرانکس چائنا ۱۹۹۱" نمائش کا اہتمام کیا۔ اس نمائش کا مقصد یہ تھا کہ اب تک چین نے انجنیئرنگ اور ٹیکنالوجی میں جو ترقی حاصل کی ہے اس کا ایک نمونہ پاکستانیوں کو دکھایا جائے۔ سندھ کے گورنر محمود۔ اے۔ ہارون نے اس نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے اس امید کا اظہار کیا کہ پاکستان کے انجنیئر اور ٹیکنالوجی کے ماہر اس سے خاصا فائدہ اٹھائیں گے اور دونوں ملک آپس میں مل کر انجنیئرنگ اور ٹیکنالوجی کو فروغ دینے کا باعث بنیں گے۔

گورنر نے کہا کہ چین اور پاکستان کی تجارت ۳۰۰ ملین ڈالر سالانہ سے بڑھ چکی ہے اور ایسی نمائشوں کے ذریعے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپس کی تجارت کو اور بھی فروغ ملے۔ گورنر نے اس بات پر یقین کا اظہار کیا کہ پاکستان کے یہ شکوک رفع ہو جانے چاہئیں کہ اگر دیگر ممالک سے انہیں اشیاء درآمد کرنے کا موقعہ نہیں ملے گا تو کیا کریں گے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ چین کے پاس وہ سب کچھ موجود ہے جو ہم دوسرے ممالک سے درآمد کرتے ہیں۔ اور اگر کبھی ضرورت پڑے تو ان ممالک کی بجائے چین سے بھی ان اشیاء کی تجارت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان کے خیال میں پاکستان میں ایسی نمائش لگانے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس بات کا کھلم کھلا اظہار کیا جائے کہ چین کے دل میں پاکستان کی بہت زیادہ قدر ہے۔ جو اشیاء اس نمائش میں رکھی گئیں انہیں دیکھ کر گورنر نے کہا کہ چین کی مہارت پر اعتماد بڑھتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے صنعت کاروں اور تاجروں کو اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ چینی مال کی صحیح طور پر شناخت کر سکیں۔ اسی لئے گورنر نے پاکستانی صنعت کاروں کو اپیل کی کہ وہ ان تمام چیزوں کے معیار اور ان کی قیمتوں کو پوری طرح پرکھیں۔ اس سے وہ اپنے علم میں بھی اضافہ کر سکیں گے جو اپنے ملک کی ترقی کا باعث بن سکتا ہے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعادہ کیا کہ پاک چین تعاون ایک عرصے سے جاری ہے اور چین کی طرف سے پاکستان کو خاصی امداد مل رہی ہے۔ دراصل تعاون کا یہ معاہدہ جسے فروغ ملتا رہا ہے ۱۹۸۴ء میں طے پایا تھا۔ اس وقت تک بارہ ایسے معاہدے طے پا چکے ہیں جس سے پاکستان نے خاصا فائدہ اٹھایا ہے۔ ان سب کا تعلق تجارت، ثقافت، سائنس، دفاع، ٹیکنالوجی اور سیاحت کے فروغ سے ہے۔ ۱۹۸۲ء میں تعاون کے خیال کی بنیاد رکھی گئی تھی اور اب تک لاڑکانہ شوگر مل، ہری پور فرٹیلائزر پلانٹ، سیمنٹ فیکٹری داؤد خیل، گدو تھرمل پاور پلانٹ، ہیوی مکینیکل کمپلیکس، ہیوی فورج ریفائنری، ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس، ایف ۶ ری بلڈ فیکٹری، کامرہ اور پاک چائنا سیمنٹ پلانٹ سکندر آباد قراقرم ہائی وے جس سے دونوں ملکوں کو آپس میں ملا یا گیا ہے۔ اور جو فنی طور پر بہت قابل داد ہے۔ گورنر نے چین سے آمدہ وفد کو چینی زبان میں خوش آمدید کہا انہوں نے یہ الفاظ کہے ہوان ینگ ڈو پاکستان (HUAN YING DO PAKISTAN) جس کا مطلب ہے پاکستان آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم مقبول احمد صاحب نائب قائد ضلع لاہور شدید بیمار ہیں۔ بیماری کی تشخیص تا حال نہیں ہوئی۔

احباب ان کے لئے دعا کریں۔

سانحہ ارتحال

○ محترمہ رحمت بی بی زوجہ چوہدری محمد عالم صاحب باجوہ بقضائے الٰہی مورخہ ۵، جنوری ۹۱ء وفات پا گئی ہیں۔ آپ مکرم چوہدری ممتاز احمد صاحب باجوہ چک نمبر ۳۳، جنوبی ضلع سرگودھا کی والدہ تھیں۔

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ موصوفہ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

تقریب شادی

○ مکرم داؤد احمد صاحب ابن مکرم میاں لال دین صاحب جام کی شادی عزیزہ فرحت شہناز مرزا صاحبہ بنت مکرم مرزا محمد یٰسین بیگ صاحب کے ہمراہ مورخہ ۷، دسمبر ۱۹۹۰ء بروز جمعرات مسلم ٹاؤن راولپنڈی میں انجام پائی۔

○ مکرم چوہدری سلطان محمد صاحب آف ونجوال (نائب قائد) اٹک ولد محترم چوہدری غلام محمد صاحب آف ونجوال دارالعلوم غربی ربوہ کی شادی مورخہ ۱۰، جنوری ۹۱ء کو ہمراہ عزیزہ رقیہ ناہید صاحبہ دختر مکرم چوہدری محمد حسین صاحب بندلیشہ ساکن چک $\frac{368}{T.D.A}$ نزد رفیق آباد ضلع لیہ عمل میں آئی۔ ان کی بارات ربوہ سے چک $\frac{368}{T.D.A}$ اسی دن روانہ ہو کر شام کو واپس آ گئی۔

اگلے روز مورخہ ۱۱، جنوری ۹۱ء کو محترم چوہدری غلام محمد صاحب نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں کثرت سے احباب جماعت شامل ہوئے۔ دعوت کے اختتام پر محترم چوہدری منیر احمد صاحب بسمل مربی سلسلہ احمدیہ نے دعا کرائی۔

احباب جماعت سے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

بقیہ: صـ۶ سے آگے

بنا یہ مقالہ شمشاد زرینہ عطیہ عباسی۔ پروفیسر ظفر زیدی اور ڈاکٹر جے۔ ایچ دانیا کا مشترکہ مقالہ تھا اور اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ اگر موتیا بند کو روکنا ہو اور آنکھ کی حفاظت مقصود ہو تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ لینز کے متعلق پوری واقفیت حاصل کی جائے۔

اس سیمینار میں گومل یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر جی۔ اے۔ میانہ نے بھی تقریر کی۔ اسی طرح پروفیسر عطاء الرحمان (جو انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں) نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن نے کیمسٹری کے فروغ کے متعلق جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کی تفصیل بیان کی اور یہ بھی بتایا کہ اس یونیورسٹی کے پاس تیسری دنیا میں جو لیبارٹریز موجود ہیں ان میں سے ایک بہت اعلیٰ لیبارٹری ہے۔

بقیہ: خودنوشت

کرتے رہے۔ یہاں کیا تھے وہ ہیڈ ماسٹر تھے بس۔ کوئی حیثیت تو نہ تھی۔ نہ دنیا کے نزدیک نہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں۔ اور سچی بات ہے کہ ہم نے انہیں ڈرتے ڈرتے امریکہ بھیجا تھا کہ پتہ نہیں وہاں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ مگر جب سے وہ امریکہ گئے ہیں وہاں کے جو امریکن دوست ہیں انکی بھی انکے لیے بڑی ایپریسی ایشن APPRECIATION ہے کہ وہ وقف کی روح کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کے عشق میں مست ہو کر کام کر رہے ہیں۔ اور جماعت کی بڑی اچھی تربیت کر رہے ہیں"۔

محترم میاں صاحب کے امریکہ کے قیام کے دوران احمدیہ جماعت ڈیٹن کے پریذیڈنٹ نے حضور انور کی خدمت میں لکھا "محترم امام صاحب نے ہم سب دیانتداری سے اس حقیقت کو محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اندر صحیح روح پھونکنے اور دین حق کے اصولوں سے ہمیں روشناس کرنے میں جس عدیم المثال مستعدی اور مساعی جمیلہ کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اور اس لحاظ سے محترم میاں صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ہاں متعین ہونے والے مربیان میں سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔ پیارے آقا میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جن سے اس احسان کا شکریہ ادا ہو سکے جو محترم محمد ابراہیم صاحب کو بطور مبلغ بھجوا کر حضور انور نے ہم پر کیا ہے۔ انکا وجود ہمارے لیے باعث رحمت ہے۔

تعارف تو تعارف ہی ہوتا ہے اگرچہ جی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی بہانے اس کتاب کا ہر صفحہ آپکی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ لیکن یہ فکر دامن گیر ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو آپ کہیں گے کہ اب کتاب کا کیا پڑھنا۔ ہم نے تو سب کچھ تعارف ہی میں پڑھ لیا ہے۔ اسلئے اس تعارف کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ ہر گھر کا ہر فرد بچے سے لے کر بوڑھے تک اپنے لیے دلچسپ بھی پائے گا اور مفید بھی۔ بڑے بوڑھے اپنے بچوں کی تربیت کے لیے اس میں کئی نکات حاصل کرینگے اور بڑے بوڑھے ہی اپنے جذبے کو مہمیز لگانے کے لیے اس میں سے کئی واقعات چن کر ایک دوسرے کو سنائیں گے۔

ہم محترم میاں صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندگی بھر سلسلہ کی ہر قسم کی خدمت کی توفیق ملی۔ اور پھر اس خدمت کے جستہ جستہ واقعات کو آپ نے تحریر میں لا کر ہم سب کو محظوظ کیا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

(ن۔ س)

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ | قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ وزیرِ اعظم نے کہا ہے کہ خلیج کی جنگ کو مہذب انداز میں حل کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے امریکہ پر زور دیا کہ وہ عراق پر بمباری بند کر دے اور صدر صدام حسین کو کویت خالی کر دینا چاہیئے۔

○ صدر مملکت نے کہا ہے کہ ہم امریکہ نواز نہیں لیکن اس وقت امریکہ نے جو مؤقف اختیار کر رکھا ہے وہ ہمارے اصولی مؤقف کے عین مطابق ہے۔

○ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں عراق کی حمایت میں جلسوں جلوسوں کا سلسلہ جاری ہے۔ لاہور۔ فیصل آباد۔ گوجرانوالہ اور دوسرے شہروں میں بڑے بڑے جلوس نکالے گئے۔ مقررین نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ سعودی عرب سے پاکستانی فوج کو واپس بلائے۔ لاہور میں مختلف طلباء تنظیموں نے اپنی تحریک کو مؤثر بنانے کے لئے ایک وسیع تر طلباء اتحاد بنانے کا اعلان کیا ہے۔

○ پشاور پولیس نے صدام حسین کی تصاویر اور ان کی حمایت میں لگائے گئے پوسٹر اتار کر اپنے قبضے میں لے لئے ہیں۔

○ جھنگ شہر سے کرفیو اٹھا لیا گیا ہے تاہم انتظامیہ کی مدد کے لئے فوج موجود رہے گی۔ صوبائی حکومت نے جھنگ میونسپل حدود میں تمام تعلیمی ادارے بند کر دیئے ہیں۔

○ جھنگ میں صوبائی اسمبلی کا ضمنی انتخاب جو مولانا ایثار القاسمی کے قتل کی وجہ سے ملتوی ہو گیا تھا۔ اب ۱۲ / فروری کو ہو گا۔

○ کنٹرول لائن پر بھارتی گولہ باری سے ۳ / شہری شہید ہو گئے دس مکانات مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔

○ نوابزادہ نصر اللہ خان نے کہا ہے کہ خارجہ پالیسی کی ناکامی کے ذمہ دار صرف وزیرِ خارجہ نہیں بلکہ پوری حکومت ہے۔ اس لئے وزیرِ خارجہ کے استعفیٰ کا مطالبہ صحیح نہیں بلکہ پوری حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہیئے۔

○ عوامی نیشنل پارٹی نے عبد الولی خان کی جگہ اجمل خٹک کو پارٹی کا صدر منتخب کر لیا ہے۔ غلام احمد بلور نائب صدر اور عبد الخالق خان سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے ہیں۔

غیر ملکی خبریں

○ عراق نے سعودی عرب کے کئی شہروں پر میزائیلوں سے حملہ کیا ہے۔ اتحادی کمان نے دعویٰ کیا ہے کہ تمام میزائیل فضا میں ہی تباہ کر دئے گئے ہیں۔ تاہم ریاض اور دہران میں دھماکوں کی آوازیں سنی گئی ہیں۔

○ اتحادی طیاروں نے عراق کے اس شہر پر حملہ کیا ہے جہاں سے اسرائیل کے ساحلی شہروں پر بمباری کی جاتی رہی ہے۔

○ امریکہ اور اس کی اتحادی فوجوں نے جنوبی عراق پر زمینی حملہ کرنے کے لئے زبردست تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ اُدھر امریکی صدر نے برطانوی وزیرِ اعظم سے ٹیلیفون پر طویل گفتگو میں فیصلہ کیا ہے کہ ابھی عراق پر زمینی حملہ نہیں کیا جائے گا بلکہ کچھ عرصہ مزید فضائی حملے جاری رکھے جائیں گے۔

○ امریکہ نے اپنے مزید تین طیاروں کی تباہی کا اعتراف کیا ہے۔ عراق نے کہا ہے کہ اس نے اب تک ۱۶۰ / جہاز مار گرائے ہیں

○ اتحادی فوج کے کمانڈر نے دعویٰ کیا ہے کہ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو اتنا نقصان پہنچایا گیا ہے کہ اب وہ کئی سال تک کام نہیں کر سکے گا۔

○ چین کے وزیرِ اعظم نے کہا ہے کہ خلیج کے مسئلہ کے حل کے لئے سفارتی کوششوں کی ضرورت ہے۔

○ اقوامِ متحدہ نے خلیج کی جنگ سے متاثرین کی خوراک کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک کروڑ ڈالر مختص کئے ہیں

زرعی اراضی برائے ٹھیکہ

ربوہ سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ٹھٹھہ غلام کے قریب چالیس ایکڑ زرعی اراضی جو آباد اور زرخیز ہے اور اس میں ٹیوب ویل بھی نصب ہے ٹھیکہ پر دینی مقصود ہے۔

خواہشمند احباب رابطہ قائم کریں

معرفت

دفتر الفضل ربوہ

روائتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

شریف جیولرز

اقصیٰ روڈ - ربوہ

فون دکان : ۶۴۹
رہائش : ۸۴۱

سنہ ۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت

مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)

• نرینہ اولاد سے محروم • بے اولاد
• اٹھراء • سوکھا • گرمی
• گیس کا علاج کرنیوالے

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پوسٹ بکس نمبر ۱۹۰

فون ۴۴۸۴۴ / ۷۶۴۹۷ / ۴۴۳۱۰

زیر نگرانی : حکیم عبد الحمید اعوان ابن حکیم نظام جان

برانچیں

• ربوہ : اقصیٰ چوک نزد لیٹر بکس
• ملتان : نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ۔
• لاہور : جوہر ٹاؤن فیز I بالمقابل مسجد چک مزنگ نزد آخری سٹاپ ممتاز مارکیٹ وفاقی کالونی نیو کیمپس روڈ
• چوک قلعہ کالروالہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ • کراچی : محمود آباد نمبر ۳ نزد شبینہ ڈاکخانہ

(خواتین کیلئے انتظام کے ساتھ)

خالص سونے چاندی کیساتھ — بہترین ورائٹی کا مرکز

طاہر گولڈ سمتھ

فون دوکان : ۶۴۳ — بالمقابل ایجنسی لائف گیس اقصیٰ چوک ربوہ — فون رہائش : ۷۵۶

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

طلائی و نقرئی زیورات کی معیاری دوکان

الحمد جیولرز

اقصیٰ روڈ ربوہ

نرینہ اولاد سے محروم حضرات اور اٹھراء کی شکار دکھی عورتوں کیلئے امید کی کرن

اٹھراء کی گولیاں

عورتوں اور بچوں کے علاج کیلئے ہم سے رجوع کریں

گولڈن پلز طاقت کا سرچشمہ — اعضائے رئیسہ کیلئے بے حد مفید اور مقوی

زیر نگرانی : مرض اٹھراء کے مشہور معالج حکیم عطاء الرحمٰن علوی اینڈ سنز ولد حکیم نظام جان

دواخانہ محافظِ صحت گول چوک اوکاڑہ

• قدیمی • اولین • شہرہ آفاق

سنہ ۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام

دواخانہ حکیم نظام جان

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ فون : ۳۹۹۷

برانچیں : • کراچی : فون ۴۱۳۲۵۱
• لاہور ۱ - D - ۳ گلشن راوی
• ملتان : چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
• منڈی بہاؤالدین : بالمقابل شاہ تاج شوگر مل
• رحیم یار خان : فون : ۴۷۹۹
• ربوہ : اقصیٰ چوک کالج روڈ فون نمبر ۵۵۸